6

انبیاء کی جماعت میں مختلف استعداد کے لوگ

(فرمودہ ۵ فروری ۱۹۲۶ء)

تشہد، تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

دنیا میں کسی جنس کی بھی تمام چیزیں یکساں نہیں ہوتیں۔ کوئی چیز اپنی جنس کی خوبی نمایاں طور پر دکھانے والی ہوتی ہے اور کوئی کم طور پر دکھانے والی۔ کوئی اس جنس کی تمام خوبیاں اور تمام صفات اپنے اندر رکھتی ہے کوئی بہت کم اور کوئی درمیانہ انداز میں۔ حتیٰ کہ تمام کے تمام انسان بھی یکساں نہیں ہوتے۔ نہ ہی سارے انسان فرشتہ ہوتے ہیں اور نہ ہی شیطان کچھ فرشتہ خصلت ہوتے ہیں کچھ شیطان صفت اور کچھ درمیانی حالت والے ہوتے ہیں۔ اسی طرح کوئی عمدہ سے عمدہ پھل لے لیں اور اگر یہ چاہیں کہ سارے کے سارے یکساں ہوں تو یہ مشکل ہے۔ سارے کے سارے پھل کسی جنس کے بھی برابر نہیں ہو سکتے ان میں سے کوئی تو اپنی تمام خوبیاں اپنے اندر رکھتے ہیں اور کوئی کم۔ آم ہی کو لے لو بعض ان میں سے نہایت اعلیٰ درجے کے ہوتے ہیں اور بعض ادنیٰ درجے کے پھر ایسے بھی ہوتے ہیں جو درمیانی ہوتے ہیں۔ پھر جو ادنیٰ درجے کے ہوتے ہیں ان میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں جو اتنے خراب تو نہیں ہوتے کہ انسان کھا ہی نہ سکے لیکن اتنے اچھے بھی نہیں ہوتے کہ انسان ان کو ہی پسند کرے۔

پس کسی چیز کا فائدہ اگر دیکھنا ہو۔ تو اس میں سے جو اعلیٰ ہو اس سے دیکھا جا سکتا ہے۔ ایک دوائی کے متعلق ڈاکٹر بحث کرتے ہیں مگر وہ اس کے متعلق بحث کرتے ہوئے یہ نہیں کہتے کہ فلاں فلاں کو یہ دوائی دی مگر اس نے فائدہ نہ دیا۔ بلکہ وہ اس پر بحث کرتے ہیں کہ فلاں فلاں کو دی گئی تو اس نے یہ یہ عظیم الشان فائدے دکھائے اور جب کسی دوائی سے فائدہ نہیں ہوتا تو وہ کہتے ہیں دوائی نے اثر نہ کیا۔ نہ یہ کہ دوائی میں اثر ہی نہیں۔ پس اگر اس دوائی سے مرض بڑھ جاتی ہے تو کہتے

ہیں دوائی کا اثر نہیں ہوا۔ اور اگر اس نے آہستہ آہستہ مرض کو روک دیا تو سمجھا جاتا ہے اس نے اثر کیا۔ پھر بعض دوائیں فوری اثر کرتی ہیں اور انسان حیرت میں پڑ جاتا ہے کہ آناً فاناً" کس طرح صحت ہوگئی۔ پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جہاں دوائی نے اثر نہ کیا وہاں سمجھا جا سکتا ہے۔ کہ مریض ہی کی حالت اس دوائی کے لائق نہ تھی۔ یا طبیب نے ہی غلط نسخہ تجویز کیا ہو۔ یا اگر طبیب نے صحیح نسخہ تجویز کیا ہو تو تیمار داروں نے ہی احتیاط نہ کی ہو۔ لیکن یہ بات بالکل درست ہے کہ جہاں غیر معمولی تغیر پیدا ہو وہ ضرور دوائی کا اثر ہوتا ہے۔

اسی معیار پر انبیاء کے کام کو بھی دیکھا جاتا ہے۔ اگر اعلیٰ نمونوں کو چھوڑ کر انبیاء کی جماعت میں سے صرف یہی دیکھیں کہ فلاں میں کمزوری ہے۔ فلاں میں نقص ہے فلاں میں عیب ہے تو کسی نبی کی بھی نبوت ثابت نہیں ہو سکتی۔ کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس کی امت میں کمزور آدمی نہ ہوئے ہوں۔ یا جس کی امت میں نقص رکھنے والے اشخاص نہ پائے گئے ہوں۔ نبی کی امت انتخاب کے ذریعہ نہیں بنائی جاتی کہ جو لوگ اچھے اچھے ہوں انہیں منتخب کر لیا جائے۔ اس کی مثال تو ہسپتال کی طرح ہے۔ جہاں مختلف مرضوں والے آتے ہیں اور شفا پاتے ہیں۔ جس طرح ایک ڈاکٹر ہسپتال میں ایک مریض کی صحت کے لئے سعی کرتا ہے اسی طرح ایک نبی کا کام ہے کہ وہ اپنی جماعت کی کمزوریوں اور نقصوں کی اصلاح کی کوشش کرے۔ نبی تو اس شخص کی بھی اصلاح کی کوشش کرے گا جو کمزوریوں کی انتہا کو پہنچ چکا ہے۔ اور اسے چھوڑ نہیں دیتا۔ جس طرح کہ ڈاکٹر اگر ایک مرتے ہوئے مریض کے پاس بھی بلایا جاتا ہے تو بھی نسخہ تجویز کرتا ہے اور یہ نہیں کہتا کہ اب علاج نہ کراؤ۔

اعلیٰ ڈاکٹر تو ایسے نازک وقت میں بھی دوائی تجویز کرنے سے انکار نہیں کرتا۔ لیکن بعض نادان ایسے ہوتے ہیں جیسا کہ آج کل بھی بعض لوگ ہیں کہ بعض ان مریضوں کو جو سخت بیمار ہوتے ہیں۔ اور جن کی مرض لمبی چلی جاتی ہے اس خیال سے کہ بچنا تو ہے نہیں آج نہ مرا تو کل مرے گا بیمار کو خود ہی مار ڈالتے ہیں۔ لیکن عقلمند لوگ ایسا نہیں کرتے۔ بلکہ وہ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ بعض دفعہ ایسے مریض تندرست ہو جاتے ہیں۔ جن کے بچنے کی قطعاً" توقع نہیں ہوتی۔ چنانچہ بیسیوں ایسے مریض دیکھے گئے ہیں کہ وہ لا علاج قرار دیئے گئے۔ مگر ان کو صحت حاصل ہو گئی۔

تھوڑے ہی دن ہوئے ہمارے ایک ڈاکٹر نے اسی قسم کا ایک واقعہ سنایا کہ ایک دفعہ ایک سل

کی مریضہ میرے پاس آئی۔ اس کی حالت اس قدر خراب تھی کہ میں نے سمجھا یہ بچ نہیں سکتی ضرور مرجائے گی۔ چونکہ اپنے پیشے کے لحاظ سے مریض کو جواب نہیں دیا جا سکتا۔ اس لئے اس کی تسلی کے لئے کچھ نہ کچھ دوائی دینی پڑتی ہے۔ میں نے سکالس املشن اور آئیڈو فارم ملا کر اسے دے دیا۔ اور اس کے ساتھ والوں کو کہہ دیا کہ یہ اسے کھلایا کرو۔ وہ اسے چارپائی پر اٹھا کر لائے تھے۔ چند ماہ کے بعد ایک عورت آئی جو بالکل تندرست تھی وہ اپنے ساتھ کچھ پھل اور کچھ اور چیزیں لائی اور مجھے دینے لگی۔ میں نے پوچھا یہ کیسے ہیں۔ ساتھ کے آدمی کہنے لگے۔ ڈاکٹر صاحب پہچانتے ہو یہ کون عورت ہے۔ جب میں نے کہا نہیں۔ تو انہوں نے بتایا یہ وہی عورت ہے جسے چارپائی پر اٹھا کر لائے تھے اور آپ نے نسخہ دیا تھا اب تندرست ہوگئی اور آپ کی خدمت کرنا چاہتی ہے۔ تو بسا اوقات ڈاکٹر بھی ایک مریض کے متعلق خیال کر لیتے ہیں کہ یہ مرجائے گا۔ مگر وہ بعد ازاں صحت یاب ہو جاتا ہے۔ جب دنیا میں ایسے نمونے نظر آتے ہیں کہ ایسا مریض جس کے متعلق ہر ایک سمجھتا ہے کہ مرجائے گا بچ رہتا ہے۔ تو کیونکر عقل اجازت دے سکتی ہے کہ اسے زہر دے دیا جائے اور اسے مار دیا جائے۔ اور پھر ان روحانی مریضوں کے متعلق بھی یہ کہہ دیا جائے کہ ان کی اصلاح نہ ہوگی۔ حالانکہ وہ علاج کے لئے ایک نبی کے پاس آتے ہیں۔

ایک شخص کی لات میں کچھ خرابی واقع ہوگئی۔ اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لکھا کہ میں نے ہر چند علاج کیا کہ آرام آ جائے مگر نہ آیا۔ اب ڈاکٹر کہتے ہیں لات کٹوا ڈالو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اپنی طرف سے پوری کوشش کرنی چاہئے کہ بچ سکے اگر ڈاکٹروں سے فائدہ نہیں ہوا تو اب کچھ دیر کسی نائی سے جو جراحی کا کام کرتا ہو علاج کرا کر دیکھیں شائد اس سے ہی فائدہ ہو جائے۔ چھ سات ماہ کے بعد اس شخص نے لکھا کہ آپ کے مشورہ سے یہ فائدہ ہوا کہ لات کٹنے سے بچ گئی اور اب درست ہو گئی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ کبھی ایسی بھی ضرورت آ پڑتی ہے کہ کوئی عضو کاٹ دیا جائے اور چونکہ زندگی کو اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ اس لئے اگر کاٹنا پڑ جائے تو حرج بھی نہیں، کیونکہ ایک عضو کے بالمقابل ایک جان کی بہت قیمت ہے۔ اس لئے اس جان کے بچانے کے لئے بعض دفعہ عضو کاٹ دیا جا سکتا ہے۔

میری غرض اس سے یہ ہے کہ عقلمند ڈاکٹر بھی انتہائی حالت میں تدبیر نہیں چھوڑتا۔ اگر وہ موت کے منہ سے نہیں بچا سکتا تو تکلیف سے تو بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ انبیاء کی جماعت کا بھی یہی حال ہے۔ ہر قسم کے لوگ اس میں آتے ہیں۔ بعض سچائی کے لئے آتے ہیں۔ بعض دنیاوی

اغراض کے لیے آتے ہیں۔ بعض ایسے بھی آتے ہیں کہ ان کا سارا خاندان نبی کی جماعت میں داخل ہو گیا ہے۔ اب وہ اکیلے رہ گئے ہیں کہتے ہیں چلو ہم بھی ان میں شامل ہو جائیں۔ بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کے دوست ادھر آجاتے ہیں اور وہ بھی دوستوں سے جدا نہ رہنے کی خاطر ان کے ساتھ مل جاتے ہیں۔ مثلاً" اگر کوئی عورت ہے اور اس کا خاوند نبی کی جماعت میں داخل ہو گیا ہے تو وہ یونہی اس میں شامل ہو جاتی ہے۔ غرض بیسیوں لوگ ایسے ہوتے ہیں جو بغیر سمجھے داخل ہو جاتے ہیں اور بیسیوں ایسے ہوتے ہیں جو سمجھ کر داخل ہوتے ہیں۔ لیکن ان میں بھی ہر ایک کی سمجھ یکساں اور برابر نہیں ہوتی۔ پھر بیسیوں ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے اندر شقاوت ہوتی ہے۔ اس لئے ان کے اندر کوئی تغیر پیدا نہیں ہوتا۔ پھر ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جن کے اندر سعادت ہوتی ہے اور ان میں عظیم الشان تغیر پیدا ہو جاتا ہے۔ تو کئی قسم کے لوگ ہوتے ہیں جو نبیوں کی جماعتوں میں داخل ہوتے ہیں اور وہ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ جیسے ہسپتال میں داخل ہوتے ہیں۔ پھر ہسپتال میں بھی جو لوگ آتے ہیں۔ ان میں سے بھی بعض ایسے ہوتے ہیں کہ بظاہر تو وہ علاج کراتے ہیں مگر دوائی جو ان کو دی جاتی ہے۔ وہ پیتے نہیں۔ ایسے بیماروں کو جب دوائی دی جاتی ہے تو وہ بجائے پینے کے پھینک دیتے ہیں۔ پس مریض جو ہسپتال میں داخل ہوتے ہیں۔ بعض شفا پا جاتے ہیں اور بعض فی الواقع لا علاج ہوتے ہیں مگر ہسپتال میں آنے سے کم از کم اتنا فائدہ ضرور ہو جاتا ہے کہ ان کی مرض ترقی پانے سے رک جاتی ہے۔ یہی حال ایک نبی کی جماعت کا ہوتا ہے۔ جو لوگ اس میں داخل ہوتے ہیں۔ ان میں سے بعض میں نقائص اور کمزوریاں تو ہوتی ہیں۔ لیکن ان کو اس سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ وہ تباہ ہونے سے بچ جاتے ہیں۔ گو بیماری کے مقابلہ میں صحت پیدا نہیں ہوتی لیکن بیماری بڑھتی بھی نہیں۔ پس اگر بظاہر کوئی کمزور نظر آئے۔ تو وہ بھی کئی خوبیاں رکھتا ہے۔ پھر اچھے لوگوں میں سے بعض اعلیٰ تغیر پیدا کر لیتے ہیں اور بعض ادنیٰ۔

پھر بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اخلاص کے ساتھ آتے ہیں مگر داخل ہو کر پھر رہ جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو **غیر المغضوب علیھم و لا الضالین** ہوتے ہیں۔ وہ یا تو پوری صحت پا لیتے ہیں اور پورا پورا تغیر ان میں پیدا ہو جاتا ہے یا اگر پوری نہیں تو نسبتاً" ان کو صحت ہو جاتی ہے۔ اور کسی حد تک ان میں تغیر پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگ **انعمت علیھم** کے ماتحت ہوتے ہیں۔ تم یہ کہہ سکتے ہو کہ وہ جنہوں نے تھوڑی صحت پائی پوری صحت پانے والوں کی طرح نہیں ہو سکتے۔ لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان کو صحت ہوئی نہیں۔ صحت تو ضرور ہوئی مگر ابھی پوری نہیں تو ایسے

لوگ ضرور انعمت علیھم کے ماتحت ہیں۔ ہاں ان کے سوا جو بعض اغراض کے ماتحت کسی نبی کے سلسلے میں داخل ہوئے یا داخل ہو کر گر گئے۔ وہ سب انعمت علیھم کے گروہ کے سوا ہیں۔ تو نبیوں کا کام ہسپتال کی طرح دیکھا جاتا ہے۔ جس میں ہر قسم کی مرض والے ہوتے ہیں۔ اس میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ ڈاکٹر کام کس طرح کرتا ہے۔ اور اس کے ہاتھ سے کس قدر مریض اچھے ہوتے ہیں۔ مگر بعض نادان ایسے ہوتے ہیں کہ وہ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں جو ابھی اچھے نہیں ہوئے اور زیر علاج ہوتے ہیں یا جو دوائی ہی نہیں پیتے۔

بعض لوگ مغضوب علیھم ولا الضالین سے انبیاء کا کام دیکھتے ہیں۔ حالانکہ دیکھنا انعمت علیھم سے چاہئے۔ ایسے لوگ آنحضرت ﷺ کے وقت بھی تھے۔ جو ان کو تو نہیں دیکھتے تھے۔ جو آنحضرت ﷺ کی تعلیم، تربیت اور فیضان سے صحت پا چکے تھے۔ بلکہ ان کو دیکھتے تھے۔ جو نئے نئے آپؐ کے شفاخانہ میں آتے یا ابھی زیر تربیت ہوتے یا اپنے باطنی نقص کی وجہ سے اصلاح نہ پکڑتے۔ یا اگر اصلاح پکڑتے تو کمزور ہوتے۔ ایسے لوگ مثال کے طور پر ابی ابن سلول کو پیش کیا کرتے۔ اور کہتے دیکھو یہ نمونہ ہے مسلمانوں کا اور جب ان کو کسی سے کوئی معاملہ پیش آ جائے تو جھٹ کہہ دیتے یہ ویسا ہی ہے جیسے فلاں شخص۔ مگر کوئی ان سے پوچھے کہ اس ایک شخص سے ساری جماعت کا کیونکر اندازہ ہو گیا۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو دنیا میں کسی کے جسم میں کامل صحت نہیں پائی جاتی۔ کوئی کسی بیماری میں مبتلا ہے اور کوئی کسی میں۔ ہاں کسی میں مرض نمایاں طور پر ظاہر ہو چکی ہے اور کسی میں ابھی ظاہر تو نہیں ہوئی مگر ہے ضرور اور اسے تندرست ہی کہا جاتا ہے اور اگر ڈاکٹر کے پاس لے جایا جائے تو وہ بھی یہ کہہ دیتا ہے کہ کچھ نہیں معمولی بات ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہوتی ہے کہ ہوتا وہ بیمار ہے۔ پس جب باوجود اس کے کہ ایک شخص اپنے جسم میں بیماری رکھتا ہے اسے بیمار نہیں کہا جاتا تو کیا وجہ ہے کہ صرف ایک عیب کی وجہ سے کوئی شخص بدکاروں میں داخل سمجھا جائے۔ دیکھو اگر کسی کے اعضائے رئیسہ تندرست ہوں لیکن کوئی خفیف سی بیماری اسے لگ جائے جو نمایاں طور پر ظاہر نہ ہو تو تم اسے تندرست ہی کہتے ہو بیمار نہیں کہتے پھر کوئی وجہ نہیں کہ اگر کسی وقت کسی سے کوئی کمزوری ظاہر ہو تو بدکاروں میں شمار کیا جائے۔ یاد رکھو جس طرح وہ باوجود بیمار ہونے کے تندرست کہلاتا ہے اسی طرح وہ روحانی طور پر بھی تندرست ہی کہلائے گا۔ کیا ہوا اگر کسی وقت اس سے کوئی کمزوری ظاہر ہو گئی۔

اگر کسی جگہ ہزار آدمی بیٹھا ہو اور ایک ایک کو پوچھنا شروع کریں تو دس یا بیس یا زیادہ سے زیادہ پچاس یا سو آدمی ایسے ملیں گے۔ جو اپنے آپ کو تندرست کہیں گے۔ اور ان میں سے بھی اگر ڈاکٹری طور پر دیکھا جائے۔ تو کسی کے سر میں کوئی بیماری ہو گی۔ کسی کی آنکھ میں کوئی نقص ہو گا۔ کسی کی ناک میں کوئی خرابی ہوگی۔ کسی کے سینے میں کوئی تکلیف ہوگی۔ لیکن باوجود اس کے اس مجمع کو بیماروں کا مجمع نہیں کہا جاتا بلکہ ان کو تندرست ہی قرار دیا جاتا ہے حالانکہ ان کے اندر عیب ہوتے ہیں۔ پھر یہ عجیب نادانی ہے کہ اگر کسی قوم کے کسی فرد سے کوئی کمزوری ظاہر ہو۔ تو اس کے متعلق یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ ہے ہی برا اور پھر اس سے آگے بڑھ کر ساری قوم پر الزام دے دیا جاتا ہے کہ یہ ساری قوم ہی بری ہے۔ لیکن یہ ایسی بات ہے کہ اگر کوئی شخص ہسپتال میں جائے اور وہاں مریضوں کو دیکھ کر یہ کہہ دے کہ یہ سارا ملک ہی بیمار ہے۔ یا اگر دو آدمی کسی جگہ کھڑے ہوں۔ ان میں سے ایک کسی شخص کو دور سے پہچان کر کہہ دے کہ یہ فلاں آدمی ہے مگر دوسرا نہ پہچان سکے تو اس پر کہہ دیا جائے اس کو تو نظر ہی نہیں آتا۔ اور پھر کہہ دیا جائے۔ یہ سارا ملک ہی اندھوں کا ہے۔

نادان اسی طرح انبیاء کی جماعت کے متعلق کہا کرتے ہیں اور یہ کچھ مخالف لوگوں پر ہی منحصر نہیں۔ بعض اپنے بھی ایسے ہوتے ہیں کہ اگر کسی میں نقص دیکھتے ہیں تو جھٹ کہہ دیتے ہیں۔ جماعت بگڑ گئی۔ اس طرح جماعت کی کمزوریوں کو ظاہر کیا جاتا ہے اور بتایا جاتا ہے کہ قوم بگڑ گئی۔ حالانکہ اگر انہوں نے کوئی نقص دیکھا تو ایک شخص میں نہ کہ ساری قوم میں مگر وہ ایک ہی شخص سے تمام قوم کے متعلق رائے زنی کرنی شروع کر دیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کے متعلق بھی بعض لوگوں نے یہی دھوکہ کھایا ہے کہ بعض کمزوروں کی کمزوریوں یا اچھوں کی کمزویوں کو دیکھ کر یہ رائے قائم کرلی کہ یہ ساری قوم ایسی ہے۔

انگلستان میں اگر کوئی جائے۔ تو وہاں بھی کچھ لوگ فاقہ کرتے نظر آئیں گے۔ حالانکہ وہ دولتمند ملک ہے اب کیا ایسے لوگ جو اس قسم کی غلط رائیں قائم کیا کرتے ہیں ان فاقہ کرنے والوں کو دیکھ کر یہ کہہ دیں گے کہ سارا ملک بھوکا مر رہا ہے اور بالکل غریب ہے حالانکہ اس ملک کے دولتمند اور امیر ہونے میں کسی کو شک نہیں۔

ایک دفعہ انگلستان سے آنے والے ایک شخص نے سنایا کہ میں ایک محلّہ میں سے گذر رہا تھا میں نے دیکھا کہ چند لڑکے کوڑا کرکٹ میں سے روٹی کے ٹکڑے نکال نکال کر کھا رہے ہیں۔ اس بات کو دیکھ کر اگر کوئی یہ کہے کہ اس ملک کے باشندے کوڑے کرکٹ سے چن کر روٹی کھاتے ہیں تو یہ

اس کی نادانی ہو گی۔ کیونکہ اس ملک کی عام حالت امیرانہ ہے اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ غریب ملک ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت اس عام قاعدہ سے خالی نہیں ہو سکتی۔ اور نہ ہی حضرت موسیٰؑ یا حضرت عیسیٰؑ کی جماعتیں اس سے خالی تھیں۔ کمزور بھی ان میں پائے جاتے تھے اور ایسے بھی ان میں پائے جاتے تھے جو غلطیاں کرتے تھے۔ لیکن ان کو دیکھ کر یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ ساری جماعت ہی ایسی ہے۔ ایسے لوگ تو بیمار ہوتے ہیں اور طبیب کا یہ فرض ہوتا ہے کہ ان کا علاج کرے۔ اگر بالکل اچھے ہو گئے تو ہو گئے۔ ورنہ ان کی بیماری بڑھنے سے تو رک جائے گی۔ پس نبیوں کا کام یہ ہے کہ جو بھی ان کی جماعت میں آئے۔ اس کا علاج کریں اور یہ ظاہر ہے کہ ان آنے والوں میں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ امراض میں مبتلا ہوتا ہے۔

یہی حال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کا ہے۔ اس میں کثرت سے لوگ آئے اور اس کثرت سے آئے کہ دشمن بھی حیران ہیں اور ان آنے والوں میں سے ہر ایک کسی نہ کسی مرض میں مبتلا تھا۔ ان میں سے اگر کسی کا کسی کے ساتھ جھگڑا پیدا ہو جائے۔ تو وہ جھٹ اس معاملہ کی بناء پر کہہ دے گا کہ ساری جماعت ہی ایسی ہے۔ ایسے لوگ قوم کی قوم کو ہی برا کہنا شروع کر دیتے ہیں مگر یہ ان کی غلطی ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جماعت ایسی نہیں۔ جماعت کی عام رو سے تو دشمن بھی کہتے ہیں کہ یہ تقویٰ اور نیکی میں سب جماعتوں سے بڑھی ہوئی ہے۔ ہم ہر روز مقدمے سنتے ہیں۔ بعض دفعہ دیکھتے ہیں کہ ایک شخص ناواجب طور پر غلطی کر رہا ہوتا ہے لیکن وہ جانتا ہے کہ میں مظلوم ہوں۔ اس کی آنکھیں نم دار ہوتی ہیں۔ اس کا چہرہ زرد ہوتا ہے۔ اس کا جسم کانپ رہا ہوتا ہے وہ حیران ہو کر لوگوں کا منہ دیکھتا ہے کہ وہ کیوں اس کو مظلوم نہیں سمجھتے۔ پھر بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض دفعہ ایک شخص ظالم کو مظلوم سمجھ لیتا ہے تو ایسے لوگ بعض وقت ایک کے قصور سے ساری جماعت کو قصوروار سمجھنے لگتے ہیں۔ کمزور تو کمزور بعض دفعہ نیک آدمی بھی غلطی کر بیٹھتا ہے لیکن ایک شخص اپنے ذاتی غصہ کی وجہ سے سمجھتا ہے ساری جماعت ہی ایسی ہے۔ پھر اس قسم کے لوگ جہاں بیٹھتے ہیں یہی کہتے ہیں۔ اجی جماعت خراب ہو گئی۔ لیکن جب ان سے یہ پوچھا جائے کہ جماعت سے آپ کی مراد کیا ہے تو چار پانچ آدمی نکل آتے ہیں اور وہ بھی ایسے کہ جن کے ساتھ ان کا کوئی معاملہ ہوتا ہے۔

ان کی مثال بادشاہ کے نائی کی طرح ہے کہتے ہیں کہ کسی بادشاہ کا ایک نائی تھا بادشاہ نے خوش ہو

کر اسے پانچ سو اشرفی کی تھیلی دی۔ وہ اس تھیلی کو ہر وقت اٹھائے پھرتا۔ چونکہ عام طور پر امراء اور رؤساء کی حجامتیں بنایا کرتا تھا۔ اس لئے اسے یہ فکر نہ تھا کہ کوئی تھیلی چرا لے گا یا چھین لے گا۔ وہ اطمینان سے اسے اپنے ساتھ لئے پھرتا۔ اور ہر مجلس میں جا کر اچھالتا۔ امراء بھی اس کا تمسخر اڑاتے اس سے پوچھتے سناؤ میاں حجام شہر کا کیا حال ہے۔ وہ جواب دیتا۔ اچھا ہے سارا شہر امیر ہے۔ کوئی کم بخت بھی ایسا نہیں۔ جس کے پاس کم از کم پانچ سو اشرفی کی تھیلی نہ ہو اور یہ کہہ کر پھر وہ اپنی تھیلی اچھالتا۔ ایک دفعہ کسی نے وہ تھیلی کسی طرح اٹھا کر کہیں رکھ لی۔ نائی کو جب پتہ لگا تو بڑا متفکر ہوا۔ پھر جب وہ حجامت بنانے آیا تو جو واقف راز تھے۔ انہوں نے پوچھا کہو میاں حجام شہر کا کیا حال ہے کہنے لگا بہت برا حال ہے نحوست برستی ہے کنگال ہے بھوکا مرتا ہے انہوں نے کہا کہ شہر کو بھوکا نہ مارو اور اپنی تھیلی لے لو۔

ہماری جماعت میں کثیر آدمیوں نے تبدیلی پیدا کی ہے اور جس طرح آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں لوگوں نے تبدیلی پیدا کی۔ بعینہٖ اسی طرح بعض افراد جماعت اپنے نفس کی اصلاح کر رہے ہیں۔ پھر کیا ایسے لوگ فاسق، فاجر اور بداعمال کہے جائیں؟ جو شخص ہر وقت شیطان کی رسیوں کو چاقو نکال کر کاٹ رہا ہو۔ کیا وہ بدکار کہلائے گا یا ولی اللہ؟ وہ ہزار دلدل میں پھنسا ہوا ہو اگر نکلنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ گندہ نہیں کہلائے گا ایسا آدمی ظاہری گند سے گندہ نہیں کہلائے گا بلکہ باطنی گند سے گندہ کہلائے گا۔ کیونکہ درحقیقت گندہ کر دینے والا گند باطنی گند ہے اور ایسا آدمی جب اس میں سے نکلنے کی کوشش کر رہا ہو تو اسے گندہ نہیں کہا جا سکتا۔ یہ اسی پاک تبدیلی کا نتیجہ ہے کہ جب کوئی کام کا وقت ہوتا ہے۔ تو ان میں ایسا احساس پیدا ہو جاتا ہے جیسے کسی نے جگا دیا۔ ان لوگوں کو کثرت سے مالی، جانی اور عقلی قربانیاں کرنی پڑتی ہیں اور اگر ان کی یہ قربانیاں جمع کر کے دنیا کے سامنے رکھی جائیں تو دنیا کی آنکھیں کھل جائیں کہ کس طرح ایک چھوٹی سی جماعت دوسروں کے لئے قربانیاں کر رہی ہے۔

قرآن شریف اور احادیث میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت ثانیہ مسیح موعود کے ذریعہ ہوگی۔ کیونکہ وہی کام جو رسول کریم ﷺ کے زمانے میں کئے گئے اس زمانہ میں نئے رنگ میں کئے جانے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں اس قدر فسق و فجور نہیں تھا جس قدر اب ہے۔ شیطان کے حبائل کم تھے لیکن اس زمانہ میں یہ سب باتیں پورے زور کے ساتھ دنیا میں پیدا ہو گئی ہیں۔ اس وقت جس قوم سے مقابلہ تھا وہ کسی بات کی دعویدار نہ تھی مگر آج جس قوم سے مقابلہ ہے

اور جس کی اصلاح کرنی ہے وہ کہتے ہیں ہم آسمان پر بیٹھے ہیں ہمیں کون نیچے لا سکتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو عام انسانوں سے بالا سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے تمدن کو کون نیچے لا سکتا ہے۔ پھر وہ یہ خیال کئے بیٹھے ہیں کہ ہم میں سے کوئی پیدا ہو گا۔ جو سپر مین (Super Man) ہو گا۔ وہ اپنے آپ کو عام انسان بھی نہیں سمجھتے۔ پس اس زمانہ میں ایسے لوگوں سے مقابلہ ہے۔ اس لئے اگر اس طرح کے نتائج نہیں نکل رہے۔ جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وقت نکلے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ مفاسد اور برائیوں کا مقابلہ زیادہ سخت ہے۔

اس وقت بدیوں کا منبع مغرب ہے اور طبعی کمزوریاں مغربی مظالم سے پیدا ہو رہی ہیں۔ جب تک ان کو کاٹا نہ جائے یہ رک نہیں سکتیں اور اگر تمدنی اور علمی اور فلسفی غلطیاں اور بدیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ تو وہ بھی مغربی مظالم سے ہی پیدا ہو رہی ہیں۔ غرض اس وقت ایسے دشمن سے مقابلہ ہے۔ جو ہر لحاظ سے زبردست ہے اور شروع شروع میں اس کا مقابلہ آسان نہیں۔ کیونکہ قرآن شریف میں ہے **کزرع اخرج شطأہ فاٰذرہ فاستغلظ فاستوٰی علےٰ سوقہ** (الفتح ۳۰) کہ وہ آہستہ آہستہ ترقی کرے گی پہلے باریک کونپل کی طرح نکلے گی۔ جس کے یہ معنے ہیں کہ وہ اپنی ذات میں کمزور ہو گی اور اردگرد کی چیزیں اسے پنپنے نہیں دیں گی۔ ایک شخص جس کو ایک ٹہنی کے توڑنے پر مقرر کیا جائے۔ ٹہنی کو جلدی توڑ لیتا ہے۔ لیکن وہ شخص جس کو درخت کاٹنے پر لگایا جائے وہ درخت کاٹنے میں دیر کرتا ہے۔ اس شخص کے بالمقابل کسی الزام کے نیچے نہیں آتا کیونکہ تمام لوگ جانتے ہیں کہ درخت کا کاٹنا ٹہنی کے کاٹنے سے مشکل کام ہے اور زیادہ محنت چاہتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کے ذمہ جو کام تھا۔ وہ بے شک بڑا اہم کام تھا اور بڑی بڑی قربانیوں کو چاہتا تھا۔ اور جب تک وہ لوگ قربانیاں نہ کرتے ہم تک یہ نور اور ایمان نہ پہنچتا۔ یہ سارا نور اور ایمان ان کی قربانیوں کا ہی نتیجہ ہے جو ہمیں ملا۔ مگر آج ہماری جماعت کی قربانیاں بھی کم نہیں۔ اگر سرعت کے ساتھ نتائج نہیں نکلتے تو اس کے یہ معنے ہیں کہ ہمارے ذمہ لمبا کام ہے۔ اس وقت اگر ہیضہ کے مریض تھے۔ تو اب دق کے مریض ہیں اور دق کا مریض آہستہ آہستہ اچھا ہوتا ہے۔ ہیضہ کا مریض دو دن میں تندرست ہو جاتا ہے۔ اس زمانہ میں دق کے مریض کی طرح حالت ہے۔ اس وجہ سے نہ اپنے اور نہ دوسروں کے نفوس کی اصلاح اس قدر جلدی ہو سکتی ہے بلکہ یہ اصلاح آہستہ آہستہ ہو سکتی ہے۔ ضرورت صرف یہ ہے کہ محنت کے ساتھ لگے رہیں اور میں سمجھتا ہوں اگر اسی طرح لگے رہیں تو آہستہ آہستہ ہر ایک کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ پس **مغضوب علیھم و لا الضالین** کو

نہیں دیکھنا چاہئے بلکہ کسی نبی کی جماعت کے ان لوگوں کو دیکھنا چاہئے جو انعمت علیھم ہیں اور اگر اس نگاہ سے جماعت احمدیہ کو دیکھیں تو بے نظیر کام نظر آئیں جو ہو رہے ہیں اور جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ساری جماعت ایسی نہیں ہے جیسی اس قسم کے لوگ سمجھتے ہیں۔

میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنی اصلاح کر سکیں۔ یہ کام انسانی طاقت سے بالا ہے اور جب تک اس کی طرف سے مدد نہ ہو کچھ نہیں بنتا۔ خواہ اپنی اصلاح ہو خواہ دوسروں کی۔ سو میں دعا کرتا ہوں خدا ہم سب کی اصلاح کرے اور اس کام کے لئے ہم میں استقلال پیدا فرمائے اور ہمیں ہمت بخشے کیونکہ استقلال اور ہمت کے بغیر بھی اسے ہم نہیں کر سکتے۔ ہم اعتراض کرنے والوں کے اعتراضوں اور طعن دینے والوں کے طعنوں سے خائف نہ ہوں اور ہم نفس کی اصلاح کرتے چلے جائیں اور رکیں نہیں۔ (آمین)

خطبہ ثانی میں فرمایا: آج میں کچھ جنازے پڑھاؤں گا جو سب ایسی جگہوں کے ہیں۔ جہاں احمدی جنازہ پڑھنے والے نہیں تھے۔

(۱) پیارا صاحب ضلع ہوشیار پور کے۔ نمونیہ سے فوت ہو گئے ہیں اکیلے احمدی تھے۔

(۲) میاں محمد جمیل صاحب میاں ونڈ کی ہمشیرہ فوت ہو گئی ہے۔ سوائے ان کے اور کوئی شخص ان کا جنازہ پڑھنے والا اس جگہ نہیں تھا۔

(۳) رحمت اللہ صاحب سنوری حیدر آباد دکن میں فوت ہوئے ہیں۔

(۴) نجم النساء شاہجہان پور کے ضلع میں فوت ہوئی ہیں۔ ان کا جنازہ پڑھنے والے بھی نہ تھے۔

(۵) ان کے ساتھ ایک اور جنازہ بھی ہے۔ وہ زین الدین صاحب کا ہے۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے مخلصوں میں سے تھے۔ بمبئی میں انجینیئر تھے۔ اب ضیعف العمر تھے۔ بہت اونچا سنتے تھے۔ مسیح موعود کو خاص محبت ان سے تھے۔ وہ میری بیعت میں داخل ہو گئے تھے۔ لیکن بعد میں سیٹھ اسماعیل صاحب آدم کے سبب غیر مبایعین کے ہم خیال ہو گئے۔ چونکہ خود وہ اونچا سنتے تھے اور سیٹھ اسماعیل آدم کے ساتھ ان کے تعلقات تھے۔ اس لئے سیٹھ صاحب ہی ان کے کان تھے۔ سیٹھ صاحب خود بھی بہت مخلص تھے۔ اور اب بھی وہ مخلص ہیں لیکن جب وہ کسی حد تک پیغامی ہو گئے تھے تو یہ بھی کچھ سست ہو گئے اور ادھر متوجہ ہو گئے مگر میں ان کا بھی جنازہ پڑھاؤں گا۔

میرے نزدیک غیر مبایعین کا جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ میں نے شیخ رحمت اللہ صاحب کا جنازہ بھی پڑھا تھا۔ میں نے رؤیا میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان پر ناراض دیکھا۔ میں نے متواتر

دیکھا کہ حضرت صاحب ان کی طرف ناراضگی کی وجہ سے نہیں دیکھتے اور یہ بتایا گیا تھا کہ ان کو غلطی لگی ہوئی ہے۔ اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہی خدمت دین ہے ان کی وفات کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا تھا۔ میں نے ان کے مرنے سے پہلے رؤیا میں دیکھا وہ آئے ہیں اور مجھے کہتے ہیں چلو صلح کی تدبیر نکالی ہے۔ میں ان کے ساتھ چلا گیا۔ اور لوگ بھی تھے۔ مولوی محمد علی صاحب بھی تھے۔ باتیں ہونی شروع ہوئیں مولوی محمد علی صاحب نے کچھ ایسی باتیں کیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ صلح نہیں ہو سکتی۔ شیخ صاحب اس پر ایک طرف کونے میں جا بیٹھے۔ ان کا چہرہ افسردہ ہو گیا۔ اور کہنے لگے اچھا آپ لوگوں کی مرضی زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ ہم مر گئے تو ہمارے بچے بھی احمدی نہیں رہ سکتے۔ میں نے یہ خواب اس وقت بعض دوستوں کو سنائی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا تھا کہ شیخ صاحب اب فوت ہو جائیں گے۔ حالانکہ جو مرض ان کو تھی وہ کوئی ایسی خطرناک صورت میں نہ تھی۔ غرض جب وہ فوت ہو گئے تو میں نے ان کا جنازہ پڑھا تھا۔ زین الدین صاحب کے متعلق بھی میں نے رؤیا میں دیکھا۔ کہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم آئے ہیں۔ میں نے دریافت کیا آپ کہاں؟ فرمانے لگے میں بھی آیا ہوں اور حضرت صاحب بھی آئے ہیں۔ زین الدین صاحب کو لے جانا ہے۔ میں نے اس سے سمجھ لیا کہ رؤیا ان کی موت پر دلالت کرتی ہے۔ ان کی عمر ۹۵ یا سو سال کے قریب تھی اور حضرت صاحب کے دیرینہ مخلص تھے۔ وہ بالکل اسی طرح کے مخلص تھے۔ جس طرح کے شیخ رحمت اللہ صاحب۔ چند لوگ جنہیں حضرت صاحب بہت پیار کیا کرتے تھے۔ ان میں سے ایک یہ زین الدین صاحب تھے۔

(الفضل ۱۶ فروری ۱۹۲۶ء)